جملہ حقوق محفوظ

سٹ نمبر۲ - کتاب نمبر۱۶

کُبڑا لَونا

۹ سے ۱۱ سال تک کے بچّوں کے لئے

سنہ ۱۹۴۴ء

دارالاشاعت پنجاب لاہور

بار پنجم ۔ قیمت ۳؍

Taj Tahir Foundation

کبڑا بونا

(۱)

بہت دنوں کی بات ہے۔ ملک تاتار کے شہر کاشغر میں ایک کبڑا بونا رہتا تھا۔ وہ طنبورہ بجا بجا کر شہر میں گاتا پھرا کرتا۔ لوگ خوش ہو کر کچھ پیسے دے دیتے۔ اس سے اپنا پیٹ پالتا۔

ایک دن وہ اپنا طنبورہ لے کر ایک درزی کی دکان کے سامنے آ بیٹھا۔ اور بڑی دیر تک گاتا بجاتا رہا۔ درزی کو اس کا گانا بہت پسند آیا۔ دکان بند کی۔ اور بونے

Taj Tahir Foundation

کو اپنے ساتھ گھر لے گیا + درزی کی بیوی بھی کبڑے
کا گانا سن کر بہت خوش ہوئی + اس دن درزی کے
گھر مچھلی پکی تھی - درزی کی بیوی نے روٹی پر رکھ کر
مچھلی کے دو تین قتلے بونے کو بھی دے دیئے ٭

بونا بڑے مزے سے مچھلی کھا رہا تھا کہ اُس کے
حلق میں مچھلی کا ایک بڑا سا کانٹا اٹک گیا + درزی
اور اُس کی بیوی نے نکالنے کی بہت کوشش کی -
مگر وہ کانٹا نہ نکلا - پر نہ نکلا + اب تو بے چارے کبڑے
کا دم گھٹ گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا ٭

درزی اور اُس کی بیوی کبڑے کا یہ حال دیکھ کر
بہت گھبرائے - اور سوچنے لگے کہ اگر یہ کبڑا مر گیا -
تو ہم پر اس کے مارنے کا الزام لگے گا + اسے کسی
طرح یہاں سے ٹالنا چاہیئے ٭

Taj Tahir Foundation

(۲)

درزی کی دُکان کے پاس ہی ایک حکیم کا گھر تھا

درزی اُس کُبڑے کو اُٹھا کر حکیم کے گھر لے گیا۔ اور دروازے پر جا کر آواز دی ۔

اندر سے ایک عورت باہر آئی۔ تو درزی نے اُسے پانچ روپے دے کر کہا "کہ حکیم جی سے ہمارا سلام کہنا اور یہ عرض کرنا کہ ایک بیمار علاج کے لئے دروازے پر حاضر ہے۔ مہربانی کر کے ذرا اسے دیکھ جائیں"۔

وہ عورت پانچ روپے لے کر گھر میں واپس چلی گئی۔ اس کے پیچھے درزی نے کُبڑے کو سیڑھیوں میں کھڑا کر دیا۔ اور خود چُپکے سے گھر لوٹ آیا۔

رات کا وقت تھا۔ حکیم جی بیمار کو دیکھنے باہر آئے تو سیڑھیوں میں کُبڑے سے ٹکر لگی۔ پہلے کُبڑا لُڑھکا۔ او

Taj Tahir Foundation

اس کے بعد حکیم جی۔ دونوں گد گد کرتے اُپرا تلی ہوتے سیڑھیوں سے نیچے زمین پر آپڑے۔

حکیم صاحب کپڑے جھاڑ کر اُٹھے۔ اور کُبڑے کو دیکھا۔ تو مردہ سا پایا۔ اب تو حکیم جی کو بہت فکر ہوئی سمجھے ہم سے ٹکر کھا کر یہ بیمار گرا اور مر گیا ہے۔ اب اگر پولیس کو خبر ہو گئی۔ تو ہم پکڑے جائیں گے۔ اِس لئے بہتر ہے کہ کُبڑے کو کسی اور کے گھر پہنچا دیں۔

(۳)

یہ سوچ کر حکیم جی کُبڑے کو اُٹھا کر اپنے مکان کی اُوپر کی منزل میں لے گئے۔ وہاں پہنچ کر کُبڑے کے بازوؤں میں رسّی ڈالی۔ اور اسے پڑوسی کے گھر میں اُتار دیا۔ پھر رسّی کو جھٹکا دے کر کھینچ لیا۔

بے ہوش کُبڑا پڑوسی کے گھر میں دیوار سے لگا ہوا

Taj Tahir Foundation

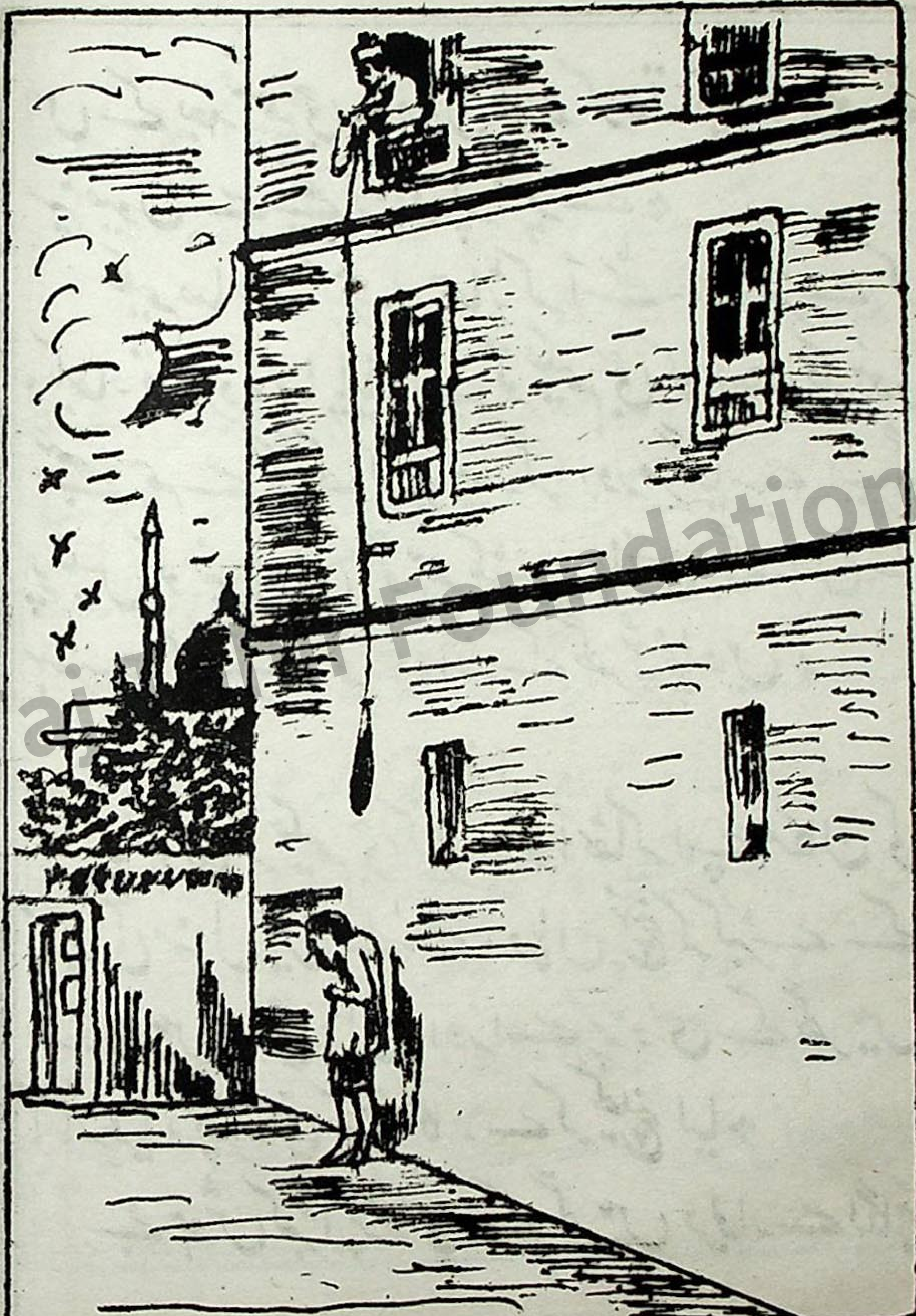

کھڑا تھا ۔ یہ مکان تھا بادشاہ کے باورچی کا۔ اُس دن باورچی کسی دوست کے ہاں گیا تھا۔ بڑی رات گئے واپس آیا ۔

آتے ہی دیکھتا کیا ہے۔ کہ مکان میں ایک آدمی دیوار سے لگا کھڑا ہے۔ باورچی کے ہاتھ میں تھی ایک لکڑی اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ کُبڑے کو بے دھڑک مارنا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگا۔ مَیں سمجھتا تھا کہ میرا گھی اور مٹھائی چُوہے کھا جاتے ہیں۔ مگر اس بڑے چُوہے کی خبر نہ تھی ۔

باورچی نے ایک دفعہ زور سے دھکا دیا۔ تو کُبڑا زمین پر گر پڑا ۔ باورچی نے غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہُوا کہ اُس میں جان نہیں ۔

اب تو اس کو بھی فکر پڑی کہ ناحق ایک آدمی کو

Taj Tabir Foundation

جان سے مار ڈالا۔ اب تو جان بچانا مشکل ہو گیا۔

(۴)

تھوڑی دیر سوچ بچار کے بعد باورچی اُس کُبڑے کو بازار میں ایک دُکان سے لگا کر کھڑا کر آیا۔

ابھی سورج نہ نِکلا تھا۔ کہ ایک مال دار سوداگر اُدھر سے گزرا۔ اور اُس نے کُبڑے کو دُکان پر کھڑا دیکھا۔ تو سمجھا کوئی چور ہے۔ لکڑی سے ایک کچوکا دیا۔

کُبڑا فوراً کھسک کر سوداگر کے اُوپر آ پڑا۔ سوداگر نے گھبرا کر اُسے لکڑیوں سے مارنا شروع کر دیا۔

اُدھر سے پولیس کا ایک سپاہی آ رہا تھا۔ اُس نے آکر دیکھا۔ تو بونا مرا ہُوا پڑا تھا۔ اور سوداگر اُسے پیٹ رہا تھا۔ اُس نے سوداگر کو پکڑ لیا۔ اور کہا " تم نے ایک آدمی کو جان سے مار ڈالا ہے۔ اب تم اپنے کئے کی سزا

پاؤ گے "

(۵)

سپاہی اُس سوداگر اور بَونے کی لاش کو لے کر قاضی کے سامنے پہنچا۔ اور سب حال بیان کیا ۔

قاضی نے بَونے کی شکل پہچان کر کہا "کہ اس بَونے سے تو بادشاہ سلامت بھی گانا سُنتے رہے ہیں۔ اُنہیں اس مقدمہ کی خبر دینی چاہیئے۔ پھر جس طرح کہیں گے اُسی طرح کیا جائے گا "

قاضی نے بادشاہ کے پاس آدمی بھیجا اور ساتھ ہی سوداگر اور بَونے کو بھی بھیج دیا ۔

بادشاہ نے سارا حال سُنا اور کہا " بات صاف ہے سوداگر اس غریب بَونے کو پیٹتا ہُوا پکڑا گیا ہے۔ اور بَونا چوٹ آنے سے مر گیا ہے۔ اس لئے سوداگر کو پھانسی

Taj Tahir Foundation

ملنی چاہیئے۔

(۶)

اگلے دن سارے شہر میں ڈھنڈورا پٹ گیا۔ کہ ایک سوداگر نے ایک آدمی کو جان سے مار ڈالا ہے شام کے چار بجے سوداگر کو پھانسی ملے گی۔ جس کا جی چاہے آکر دیکھے۔

پھانسی ملنے سے پہلے ہزاروں آدمی تماشا دیکھنے کو اکٹھے ہو گئے۔ آخر سپاہی سوداگر کو پھانسی کے پاس لائے۔

جو لوگ تماشا دیکھنے کو کھڑے تھے۔ ان میں بادشاہ کا باورچی بھی موجود تھا۔ اُس نے سوچا۔ لومڑی کی جان تو مَیں نے لی ہے۔ اور یہ سوداگر بے قصور مارا جا رہا ہے میں کیوں نہ اپنا قصور مان لُوں۔ اور اس بے گناہ کی

Taj Tahir Foundation

جان بچاؤں ۔

یہ سوچ کر بادشاہ کا باورچی بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ اور چلّا کر بولا "ٹھہرو۔ اس سوداگر کو پھانسی نہ دو۔ کُبڑے کو مَیں نے مارا ہے"۔

قاضی صاحب نے باورچی کا سارا بیان سُنا۔ اور کہا "سوداگر کو چھوڑ دو اور اس کے بدلے باورچی کو پھانسی پر لٹکا دو۔ کیونکہ یہ خود اپنا قصور مانتا ہے"۔

جلّادوں نے سوداگر کو چھوڑ کر باورچی کو باندھ لیا۔ اور اُسے پھانسی دینے کو لے چلے ۔

تماشا دیکھنے والوں میں حکیم صاحب بھی کھڑے تھے۔ اُنھوں نے جو دیکھا۔ کہ باورچی کو سزا ملنے والی ہے۔ تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ اور اُنھوں نے سوچا۔ میرے قصور کی وجہ سے اس بے گناہ کی جان جا رہی

ہے۔ مَیں کیوں نہ اُسے بچاؤں۔ اور اپنے قصور کی سزا آپ پاؤں۔

حکیم ہانپتا کانپتا آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ "باورچی کو پھانسی نہ دینا اصل گنہگار مَیں ہوں۔"

حکیم صاحب نے قاضی کو اپنی ساری کہانی سُنائی۔ اور کہا۔ "مجھے اپنے قصور کا اقرار ہے۔"

قاضی نے کہا۔ "اچھّا باورچی کے بدلے حکیم کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال دو۔"

اِتفاق کی بات لوگوں میں درزی بھی موجود تھا۔ اب درزی نے جو دیکھا۔ کہ حکیم صاحب کے گلے میں پھانسی کا پھندا پڑ رہا ہے۔ تو اس کا دل بھی بہت دُکھا۔ اور اُس نے سوچا۔ خطا میری اور سزا غریب حکیم کو مل رہی ہے۔ مَیں کیوں نہ اپنا قصور مانوں۔ اِس

بے گناہ کی جان بچاؤں۔ اور اپنے کئے کی سزا پاؤں ٭
یہ سوچ کر درزی آگے بڑھا۔ اور اُس نے کہا۔
"حکیم صاحب بھی بے قصور ہیں۔ اگر اُس کُبڑے کو جان سے مارا ہے۔ تو بس مَیں نے مارا ہے۔ مجھے پھانسی ملنی چاہیئے"٭

(۷)

قاضی صاحب حیران تھے۔ کہ یہ تو اُوپر تلے قصور وار لوگ نکلے آرہے ہیں۔ اور سب کے سب اپنا قصور مان رہے ہیں۔ کس کو چھوڑوں۔ کس کو پکڑوں۔ آخر وہ سب آدمیوں کو ساتھ لے کر اور کُبڑے کی لاش اُٹھوا کر بادشاہ کے دربار میں پُہنچے ٭

بادشاہ نے بڑے غور سے باورچی۔ حکیم اور درزی کا بیان سُنا + آخر جب درزی نے کہا کہ اس کُبڑے کے

Taj Tahir Foundation

گلے میں مچھلی کا کانٹا اٹک گیا تھا۔ تو اُسی وقت بادشاہ نے اپنے حجام کو بلوایا۔ اور کہا۔ "دیکھو اِس کبُڑے کے گلے میں مچھلی کا کانٹا اٹکا ہوا ہے۔ یا نہیں"

حجام نے ایک لوہے کا اوزار کبُڑے کے مُنہ میں ڈالا۔ اور اس سے کانٹا نکال لیا + کانٹا نکلتے ہی کبُڑے کو چھینک آئی اور وہ بھلا چنگا اُٹھ بیٹھا۔

بادشاہ نے کہا۔ "درزی۔ حکیم۔ باورچی۔ سوداگر۔ سب سچے آدمی ہیں۔ پہلے تو اُن کے دل میں بُرائی آئی تھی۔ لیکن آخر میں اُنہوں نے نیکی کا کام کیا۔ اور دُوسرے کی جان بچانے کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی اس لئے اُن کو اِنعام دیا جائے"

Taj Tahir Foundation

مرنے سے بچا لیا

مغلوں کے سب سے پہلے بادشاہ کا نام بابر تھا۔ یہ بڑا بہادر اور نیک شخص تھا۔ ایک دفعہ بابر کی ایک راجپوت راجہ سے لڑائی ہوئی۔ جس میں وہ راجہ مارا گیا۔ اور بابر نے اُس کے مُلک پر قبضہ کر لیا۔

اس راجہ کا ایک نوجوان بیٹا راج کنور تھا۔ جب اس نے اپنے باپ کے مارے جانے کی خبر سُنی۔ تو اُسے بڑا رنج ہوا۔ اور اس نے قسم اُٹھائی۔ کہ جب

Taj Tahir Foundation

تک اپنے باپ کے قاتل بابر کو اس دُنیا سے نہ مٹا دُوں گا۔ تب تک نہ چین سے سوؤں گا اور نہ کسی سے بات کروں گا۔

یہ راجپوت شہزادہ اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہُوا اور سفر طے کرتا ہُوا بابر کے دارالخلافے میں جا پہنچا۔ اور اس گھات میں رہا۔ کہ کب موقع ملے اور بابر کی جان لے کر دل ٹھنڈا کروں۔

ایک دن وہ اسی فکر میں شاہی محل کے پیچھے کھڑا تھا۔ کہ ایکا ایکی چند آدمی دوڑتے ہُوئے آئے۔ اور راج کنور کو وہاں سے بھاگنے کا اشارہ کر کے گھبرائے ہُوئے نکل گئے۔

راج کنور اپنی ہی فکروں میں کھڑا تھا۔ اس نے اُن کے اشاروں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور وہیں کھڑا

Taj Tahir Foundation

رہا۔

اِتنے میں ایک بھنگن بے اوسان بھاگتی ہُوئی آئی۔ اُس کی گود میں ایک دُودھ پیتا بچّہ تھا۔ اور اس کے پیچھے پیچھے ایک خونخوار مست ہاتھی بھاگا آ رہا تھا۔ اب راج کنور کو معلوم ہُوا۔ کہ کیوں وُہ لوگ مجھے بھاگنے کو کہہ رہے تھے۔

مگر راج کنور اپنی جگہ سے بالکل نہ سرکا۔ بلکہ تلوار نکال کر ہاتھی کے مارنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اِتنے میں بھنگن کا ننھّا بچّہ اپنی ماں کی گود سے گِر گیا۔

اب بے چاری بھنگن رونے چلّانے لگی۔ اور راج کنور کو مدد کے لئے پُکارنے لگی۔ کیونکہ ہاتھی اسی بچّے کی طرف آ رہا تھا۔ اور قریب تھا کہ ہاتھی بچّے کو کچل ڈالے۔

راج کنور پہلے تو ہاتھی کو مارنے کے لئے تیار ہُوا

تھا۔ مگر اب چُپکا کھڑا ہو گیا۔ سوچ رہا تھا۔ کہ کیا کروں

اس کے مذہب میں بھنگن کے بچّے کو ہاتھ لگانا منع

تھا۔ اور وہ اسی خیال میں کھڑا تھا۔ کہ بھنگن کے بچّے

کو بچانا چاہیئے یا نہیں ۔

ہاتھی اب بالکل نزدیک آ چکا تھا۔ اور چند لمحوں

ہی میں بچّے کا کام تمام ہونے والا تھا۔ بے چاری ممتا

کی ماری ماں بار بار بچّے کو اُٹھانے کے لئے آتی ۔مگر

پھر اپنی جان کے خوف کے مارے بھاگ جاتی ۔

اِتنے میں محل کی کھڑکی کھلی اور ایک سانولے

رنگ کا لمبا آدمی سڑک پر کُود پڑا۔ اور ہاتھی اور بچّے

کے بیچ میں مقابلے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ ہاتھی نے اس

لمبے آدمی پر حملہ کیا۔ مگر اس بہادر نے ایک مُکّا ایسے

زور سے اس کے مُنہ پر رسید کیا۔ کہ ہاتھی پچھلے پاؤں بھاگ گیا۔ اور بچّے کی جان بچ گئی ۞

غریب بھنگن دُعائیں دیتی ہُوئی اس لمبے آدمی کے قدموں پر گر پڑی۔ اور کہنے لگی "اے میرے بادشاہ۔ اے غریبوں کے ہمدرد۔ تُو اِسی لایق تھا۔ کہ اس جگہ کا بادشاہ بنے۔ مَیں تجھ پر قربان جاؤں۔ تُو نے ایک بھنگن کے بچّے کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی"۞

راج کنور نے دیکھا۔ تو یہ شخص بابر تھا + بابر کے اس بہادری اور نیکی کے کام سے راج کنور کے دل پر بڑا اثر ہُوا۔ اور اُس نے سوچا۔ ایسے شریف اور نیک آدمی کو مارنا بہادروں کا کام نہیں ۞

وہ اُسی وقت بابر کے پاس آیا۔ اپنا سارا حال اُسے

سُنایا۔ اور اپنی تلوار بابر کو دے کر کہا "مَیں آپ کی جان لینے کی فکر میں تھا۔ لیکن آج آپ کی بہادری اور نیکی کا کام دیکھ کر مَیں آپ سے اپنی گستاخی کی معافی مانگتا ہُوں"

بادشاہ بابر نے راج کنور کی تلوار اُسے واپس کر کے کہا "تم اس تلوار کو اپنے پاس رکھو۔ اور اس سے دنیا میں بہادری کے کام کرو"

بابر نے اُسی وقت اُسے اپنی فوج کا افسر مقرر کر دیا۔ بعد میں یہی راج کنور بابر کا بڑا وفادار دوست نکلا۔ اور بابر بھی ہمیشہ اس کا ادب کرتا رہا۔

Taj Tahir Foundation

چالاک قلی

ایک کسان اپنے کھیت میں کنواں بنوانا چاہتا تھا۔ اس نے ایک قلی کو بلوا کر یہ کام اُس کے سپرد کر دیا۔ اور کہا "تم یہ کام کرو۔ جتنے دن میں ختم ہو گا۔ اُتنے دن کی دہاڑی میں تم کو دے دوں گا"۔

قلی دن بھر کنواں کھودتا رہا۔ شام کو جب تھک گیا۔ تو گھر آ کر سو رہا۔

اگلے دن صبح ہی کنوئیں پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ

Taj Tahir Foundation

بہت سی مٹی کُوئیں میں گر پڑی ہے۔ اور کُواں اُوپر
تک بھر گیا ہے ؛

قلی نے دل میں سوچا کہ یہ تو بہت بُرا ہُوا۔ ساری
محنت اکارت گئی۔ اب کیا کروں ؟

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد ایک ترکیب اس کی
سمجھ میں آئی۔ اُس نے اپنے کپڑے اُتار کر کُوئیں پر
رکھ دئے۔ اور خود گھر آکر سو رہا ؛

تھوڑی دیر بعد کسان آیا۔ اس نے دیکھا۔ کہ قلی
کے کپڑے تو اُوپر پڑے ہیں۔ اور قلی کہیں نہیں۔ کُوئیں
میں جھانکا تو دیکھا۔ کہ بہت سی مٹّی کناروں پر سے
اندر گر گئی ہے ؛

کسان سمجھا۔ بے چارہ قلی اندر تھا۔ کہ کناروں پر
سے مٹّی گری۔ اور وہ نیچے دب گیا۔ تب اس نے اپنے

Taj Tahir Foundation

پڑوسیوں کو مدد کے لئے بُلایا۔ وہ سب آئے۔ اور کنوئیں سے مٹّی نکالنے لگے ۔

جب اُنہوں نے بہت سی مٹّی نکال لی۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ قلّی ایک طرف سے ہنستا ہُوا چلا آرہا ہے ۔

وہ سب حیران رہ گئے۔ قلّی نے پُکار کر کہا "کہ تم لوگوں نے کنوئیں میں سے مٹّی نکال دی۔ مَیں تم سب کا بہت ہی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جب مَیں صبح یہاں آیا تو مَیں نے دیکھا کہ بہت سی مٹّی اندر گر پڑی ہے۔ میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔ مَیں گھر چلا گیا۔ اب اچھّا ہو گیا ہوں۔ اور باقی کام کرنے کو آگیا ہوں ۔

کسان اور اس کے پڑوسی قلّی کی اس چالاکی پر اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے ۔

Taj Tahir Foundation

احسان کا بدلہ احسان

Taj Tahir Foundation

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک سیّاح سیر کو نکلا + پھرتے پھراتے ایک جنگل میں جا پہنچا۔ وہاں اُسے ایک بیمار بندر ملا۔ وہ زمین پر پڑا ہُوا تھا۔ اور اُس سے چلا نہ جاتا تھا۔ نہ اُس کو کچھ کھانے ہی کو مِلتا تھا۔ کیونکہ وہ درخت پر نہ چڑھ سکتا تھا۔

سیّاح اُسے دیکھتے ہی ٹھہر گیا۔ اُس نے جب دیکھا کہ یہ بندر بیمار ہے۔ تو اُسے اُٹھا لیا۔ اور کھانے کو ایک

روٹی کا ٹکڑا۔ جو اُس کے پاس تھا دیا + سیّاح اپنے سفر میں بندر کو بہت دنوں تک اُٹھائے رہا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ آخر کار سیّاح نے بندر کو چھوڑ دیا۔ کہ وہ جنگل کی راہ لے۔ لیکن بندر اُس سے کچھ ایسا مانوس ہو گیا تھا۔ کہ وہ اپنے دوست سے جدا ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔

خُدا کی قدرت چلتے چلتے سیّاح کو ایک بڑی مشکل کا سامنا ہوا۔ پینے کا پانی جو اُس کے پاس تھا۔ ختم ہو گیا۔ اور اس کی چھاگل بالکل خالی رہ گئی + پیاس کے زور میں چلنا دوبھر تھا۔ وہ ایک ناریل کے درخت کے سائے میں لیٹ گیا۔ اور سمجھا کہ آخری وقت آن پہنچا۔

بندر نے جب اپنے ساتھی کی ایسی بُری حالت

Taj Tahir Foundation

دیکھی۔ تو اُس سے نہ رہا گیا۔ وہ فوراً ایک درخت پر چڑھا۔ اور ایک ناریل توڑ لایا۔ سیّاح نے اُس میں سے پانی نکال کر پیا۔ اور اُس کی جان میں جان آئی۔ اُس نے اپنے پیارے بندر کو پھر اُٹھا لیا۔ اور ہمیشہ اپنے پاس رکھا۔

Taj Tahir Foundation

حامد اور تیتری

حامد باغ میں سیر کرتا پھر رہا تھا۔ کہ اسے وہاں ایک خوب صورت تیتری زمین پر چلتی نظر آئی۔ حامد نے اُسے پکڑ لیا۔ اور اُس کے ساتھ کھیلنے لگا + اُس کا دوست شیام لال بھی اُس کے ساتھ تھا۔ اُس نے پوچھا "حامد تم اس تیتری کو کیا کرو گے؟"

حامد بولا "کرنا کیا۔ بس تھوڑی دیر اِس کے ساتھ کھیلوں گا۔ پھر مار ڈالوں گا"

Taj Tahir Foundation

شیام نے حامد کو غصّہ سے دیکھا۔ اور کہا" تم بڑے بے رحم ہو۔ اس بے گناہ غریب کیڑے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ کہ تم اِس کی جان لینے کو تیار ہو؟"

حامد بولا" اِس میں بے رحمی کیا ہے۔ یہ تو کھیل کی بات ہے۔ تم نے عبداللہ کو نہیں دیکھا۔ وہ چڑیوں کو پکڑ لیتا ہے۔ اور اُن کے بدن میں سُوئی چبھو کر اُن کے پروں کو باندھ دیتا ہے۔ پھر وہ اُڑ نہیں سکتیں۔ ہم بھی اُن کا تماشا دیکھا کرتے ہیں"۔

شیام نے جلدی سے کہا" توبہ۔ توبہ۔ اِتنا ظلم۔ تم یہ جانتے ہو گے۔ کہ غریب پرندے کو دُکھ نہیں ہوتا؟"

حامد بولا" ہمیں کیا خبر۔ ہوتا ہے۔ کہ نہیں"۔

شیام نے کہا" اچھّا۔ اگر مَیں تمہارے ہاتھ میں سُوئی چبھو دُوں۔ یا تمہاری ٹانگ توڑ دُوں۔ تو تمہیں دُکھ

ہو گا یا نہیں ؟"

حامد بولا۔" ہاں ہو گا کیوں نہیں ۔ میں تو تکلیف سے چلّانے لگوں ۔"

شیام نے کہا۔" تو اس بے زبان جانور کو دُکھ نہیں ہوتا ہو گا ؟ دُکھ نہیں ہوتا تو وہ چلّاتا کیوں ہے ؟"

حامد بولا۔" وہ گیت گاتا ہے ۔ اور ہمیں اپنا راگ سُناتا ہے ۔"

شیام نے کہا۔" اچھا کوئی تمہاری ٹانگ توڑ دے ۔ اور تم مارے درد کے روؤ اور چلّاؤ ۔ اور کوئی پاس سے یہ کہے کہ حامد روتا نہیں ۔ گیت گا رہا ہے ۔ تو اُس کا یہ کہنا تمہیں کیسا لگے گا ؟"

حامد نے کہا۔" مجھے بہت غصّہ آئے ۔ میں اُس کہنے والے کا مُنہ توڑ دُوں ۔"

Taj Tahir Foundation

شیام بولا۔ "پھر تم بے زبانوں کو کیوں دُکھ دیتے ہو؟ وہ بھی تمہاری طرح جاندار ہیں۔ اُنہیں بھی تمہاری طرح تکلیف ہوتی ہے + تکلیف کے سوا ایشور تم سے کس قدر خفا ہوتا ہوگا۔ یہ بھی ایشور کی مخلوق ہیں۔ اللہ نے اُنہیں پیدا کیا۔ چرنے چُگنے کو زمین پر بھیجا۔ اُس نے اُن کے لئے رزق پیدا کیا۔ یہ تم سے کچھ نہیں مانگتے۔ پھر تم کون ہو۔ کہ بے تقصیر ان غریبوں کو ستاؤ؟"

شیام کی اِن سچّی باتوں نے حامد کے دل پر بہت اثر کیا۔ اس نے شرم سے گردن جُھکا لی۔ اور اقرار کیا۔ کہ بے شک مجھ سے گُناہ ہُوا۔ اس نے اُسی وقت تیتری کو چھوڑ دیا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ مَیں پھر کبھی کسی جانور کو نہیں ستاؤں گا۔ اور اپنے دوستوں کو بھی اس بُرے کام سے منع کردوں گا +

سید حمید علی پبلشر نے امرت الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام پنڈت دھرم چند بھارگو بی۔ ایس۔ سی

Taj Tahir Foundation

جب مدرسے کا کام ختم کر چکو

اور

کھیل کود سے تھک جاؤ

تو ہفتہ وار اخبار **پھول** پڑھو۔ **پھول** چھبیس سال سے جاری ہے۔ اور بچوں کے لئے اتنا فائدہ مند سمجھا جاتا ہے کہ ٹیکسٹ بک کمیٹی اسے ہر سال سینکڑوں سرکاری مدرسوں میں منگواتی ہے۔ اس کی زبان بہت آسان اور سیدھی سادی ہے۔ اور موٹے موٹے حرفوں میں بہت صاف اور خوبصورت چھپوایا جاتا ہے۔ کہ بچے بغیر کسی کی مدد کے خود پڑھ سکیں۔ اس میں مزے دار اخلاقی کہانیاں دلچسپ معلومات۔ نظمیں۔ معمے۔ لطیفے اور پہیلیاں اور اور بچوں کے مطلب کی چیزیں درج ہوتی ہیں۔ اسے پڑھ کر تمہارا دل بہت ہی خوش ہوگا۔ تم بہت قابل اور نیک بچے بن جاؤ گے۔ اور اس میں مضمون لکھ لکھ کر تمہیں بہت اچھے اچھے مضمون لکھنے آ جائیں گے۔ اور ملک میں چمک کر تم اپنے ماں باپ کا نام روشن کرو گے۔

سالانہ چندہ صرف پانچ روپیہ۔ چھ مہینے کا بیچ۔ اڑھائی روپیہ۔ نمونہ مفت

جب پھول ختم کر لو

تو پھر دفتر پھول کی کتابیں پڑھو۔ ان میں اور نئے نئے دلچسپ قصے آسان عبارت میں اور صاف موٹے موٹے اور کھلے کھلے خطوں میں تصویردار چھپوائے گئے ہیں۔ ان میں سے جو کتاب پڑھنی شروع کرو گے چھوڑنے کو دل نہ چاہے گا۔

پتہ:- دفتر اخبار پھول۔ لاہور